بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرمایہ دارانہ نظام میں افراطِ زر: ایک معاشی ڈراؤنا خواب

اور اس کا حل، اسلام کی مالیاتی پالیسی!

(عربی سے ترجمہ)

https://www.al-waie.org/archives/article/20579

الوعي میگزین – شمارہ نمبر،484

اکتالیسواں سال، جمادی الاول 1448ھ

بمطابق، اکتوبر 2026ء

تحریر : أم بدر

افراطِ زر اب محض ایک عددی مظہر نہیں رہا جو مرکزی بینکوں کے بلیٹن میں دکھائی دیتا ہے، بلکہ یہ ان شدید معاشی مسائل میں سے ایک بن چکا ہے جن کا لوگوں کی روزمرہ زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ آمدنی کی قوتِ خرید کم ہو رہی ہے، بچت کی گئی رقوم کی قدر گھٹ گئی ہے، اور خوراک، رہائش، توانائی اور خدمات (سروسز) کے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ مقررہ آمدنی پر گزارہ کرنے والے افراد خود کو ایک ایسی معاشی حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے پاتے ہیں جو ان اعداد وشمار کی نسبت کہیں زیادہ سخت ہے جو کہ ظاہری طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جدید معیشت کے انتظام میں مالیاتی پالیسی کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اب مرکزی بینک شرحِ سود میں اضافہ یا کمی کر دیتا ہے، قرضوں اور نقدی کی دستیابی کی صورتحال میں ردوبدل کر دیتا ہے، اور مالیاتی منڈیوں میں مداخلت کرتا ہے، تاکہ طلب، قیمتوں اور معاشی ترقی پر اثر انداز ہو سکے۔

اپنی مروجہ شکل میں سرمایہ دارانہ نظام کا غالب جدید نقطۂ نظر مرکزی بینکوں کی نسبتاً خودمختاری اور قیمتوں کے استحکام کو ٹارگٹ بنانے پر مبنی ہے۔ بہت سی معیشتوں میں اس کا مطلب افراطِ زر کو تقریباً 2 فیصد کے مخصوص ٹارگٹ کے قریب رکھنا ہوتا ہے۔ یہ بات یورپی مرکزی بینک کی پالیسی میں واضح طور پر نظر آتی ہے، جو یہ بیان کرتی ہے کہ میڈیم ٹرم میں افراطِ زر کی شرح کو 2 فیصد ٹارگٹ بنانے سے قیمتوں کا استحکام حاصل کیا جاتا ہے، اور اس مقصد کے لئے شرحِ سود اور دیگر ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ غالب معاشی بیانیہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ افراطِ زر کی وجوہات میں ضرورت سے زیادہ مالیاتی توسیع، رسد کے اچانک جھٹکے، توانائی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں یا طلب میں اضافہ ہو سکتے ہیں۔

تاہم، اسلام مالیاتی مسئلے کو اس معاشی اور سیاسی نظام کی نوعیت سے الگ نہیں دیکھتا جس کے تحت دولت، ملکیت، پیداوار اور تقسیم کو منظم کیا جاتا ہے۔ اسلام زر، کرنسی کے تبادلے، سونے کے معیار، کرنسی کے اجرا اور شرحِ مبادلہ کے مسائل کو ایک ہی نظام کے اندر زیرِ بحث

لاتا ہے اور سونے اور چاندی کو اسلامی مالیاتی نظام کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ افراطِ زر محض ایک وقتی مسئلہ نہیں کہ جس کا علاج شرحِ سود بڑھاکر یا گھٹا کر کیا جا سکتا ہو؛ بلکہ اس کا بنیادی تعلق کاغذی کرنسی کے قانونی نظام اور کرنسی کو ایک مقررہ مادی قدر سے علیحدہ کر دینے کے ساتھ ہے۔

افراطِ زر کا تصور اور مالیاتی پالیسی کی حیثیت

عام معاشی تعریف کے مطابق افراطِ زر سے مراد عمومی سطحِ قیمت میں مسلسل اضافہ ہے، جس کے نتیجے میں رقم کی ایک اکائی کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔ اس سے مراد کسی ایک واحد شے کی قیمت میں اضافہ نہیں، کیونکہ کسی فصل کی تباہی یا رسد میں رکاوٹ کے باعث کسی چیز کی قیمت بڑھ سکتی ہے، لیکن اس سے مجموعی مفہوم میں عمومی افراطِ زر لازم نہیں آتا۔

حالیہ معاشی تحقیقات افراطِ زر کے متعدد ذرائع کی نشان دہی کرتی ہیں۔ عالمی مالیاتی فنڈ (IMF)اس افراطِ زر میں امتیاز کرتا ہے جو معاشی ترقی کی رفتار سے زیادہ مالیاتی توسیع، طلب کے دباؤ، رسد کے اچانک جھٹکوں، اور پیداوار و توانائی کی بڑھتی ہوئی لاگت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ فرق اہم ہے، کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ افراطِ زر کی ہمیشہ ایک ہی وجہ نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ، یورپی مرکزی بینک نے 2026ء میں نشاندہی کی کہ جنگ اور جیوپولیٹکل سیاسی بے چینی کے باعث انرجی کی قیمتوں میں اضافے کا اثر اشیا اور خدمات کی قیمتوں تک منتقل ہو سکتا ہے، جس سے بنیادی افراطِ زر اور قیمتوں کے بارے میں توقعات متاثر ہوتی ہیں۔

اور یہی وہ موقع ہوتا ہے جب مالیاتی پالیسی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ جب مرکزی بینک دیکھتا ہے کہ افراطِ زر مسلسل بلند ہے تو وہ شرحِ سود بڑھا سکتا ہے۔ اس سے قرض لینا مہنگا ہو جاتا ہے، بعض اقسام کے اخراجات اور سرمایہ کاری میں کمی آتی ہے، اور یوں طلب پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس، جب شرحِ سود کم کی جاتی ہے تو فائنانسنگ سستی ہو جاتی ہے، جس سے قرض لینے، سرمایہ کاری اور کھپت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اس وقت معاشی سرگرمی کو سہارا دے سکتا ہے جب افراطِ زر کم اور طلب کمزور ہو۔

اس عمل کو آسان الفاظ میں یوں سمجھا جا سکتا ہے :

شرحِ سود میں اضافہ ← قرض لینے کی لاگت میں اضافہ ← کھپت اور سرمایہ کاری کی بعض اقسام میں کمی ← مجموعی طلب میں کمی ← قیمتوں پر دباؤ میں کمی۔

تاہم، یہ طریقۂ کار کوئی جادوئی حل نہیں ہے۔ اگر افراطِ زر کی بنیادی وجہ انرجی یا خوراک کی قلت یا سپلائی چین میں رکاوٹ ہو، تو شرحِ سود بڑھا دینے سے نہ تو تیل پیدا ہو گا، نہ بندرگاہیں کھلیں گی اور نہ ہی فصلوں کی پیداوار بڑھ جائے گی۔ اسی لئے مرکزی بینکوں کو قیمتوں کے استحکام کے ہدف اور معاشی سرگرمی و روزگار کو کمزور کرنے کے خطرے کے درمیان توازن قائم کرنا پڑتا ہے۔

افراطِ زر کی سرمایہ دارانہ تشریح

اپنی تمام تر تفصیلات میں ''سرمایہ داریت'' کوئی ایک ہی شکل نہیں، لیکن جدید سرمایہ دارانہ معیشتوں میں غالب معاشی مکتبِ فکر افراطِ زر کو ایسا مسئلہ سمجھتا ہے جس کا انتظام مالیاتی، حکومتی بجٹ اور رسد سے متعلق پالیسیوں کے امتزاج سے کیا جا سکتا ہے۔ مرکزی بینک قیمتوں کے استحکام کو بنیادی ہدف سمجھتے ہیں، اور اس مقصد کے لئے شرحِ سود، نقدی کی دستیابی کے انتظام اور مارکیٹوں کے ساتھ رابطے کے ذریعے گھریلو خاندانوں اور کمپنیوں کی توقعات کو ایک سمت دیتے ہیں۔

عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) اس مسئلے کی ایک پیچیدہ تشریح پیش کرتا ہے۔ بلند افراطِ زر کے طویل ادوار ایسی نرم مالیاتی پالیسی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں جس میں زر کی رسد معیشت کی اشیا اور خدمات پیدا کرنے کی صلاحیت سے زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ جبکہ اسی دوران، رسد کے اچانک جھٹکے، مثلاً تیل کی قیمتوں میں اضافہ، قیمتوں کو بڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح، توسیعی پالیسیوں کے نتیجے میں طلب بڑھنے سے بھی قیمتوں پر دباؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ علاج کسی ایک ذریعے تک محدود نہیں۔ طلب کے باعث پیدا ہونے والے افراطِ زر کی صورت میں شرحِ سود ایک اہم ذریعہ ہے۔ جبکہ رسد کے اچانک جھٹکے کی صورت میں ریاست کو پیداوار، انرجی اور سپلائی چین میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے، اور وہ مالیاتی یا ضابطہ جاتی اقدامات بھی اختیار کر سکتی ہے۔ یہ بات 2026ء میں یورپی مرکزی بینک کے بیانات سے واضح ہوئی، جب بینک نے افراطِ زر میں اضافے کو جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے توانائی کے بحران سے منسلک کر دیا، اور ساتھ ہی درمیانی مدت میں افراطِ زر کی توقعات کو مستحکم رکھنے کے لئے شرحِ سود استعمال کی۔

تاہم، اس طریقۂ علاج کو ایک بنیادی تضاد کا سامنا ہے: افراطِ زر کو قابو کرنے والا مالیاتی ذریعہ معاشی سرگرمی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ شرحِ سود میں اضافہ طلب کو کم کر دیتا ہے، لیکن اس سے گھریلو خاندانوں، کمپنیوں اور حکومتوں کے لئے مالی اعانت کی لاگت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر معیشت پہلے ہی کمزور پیداوار کا شکار ہو تو افراطِ زر کا علاج سرمایہ کاری اور روزگار کی قیمت پر طلب کو کم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام کی تردید میں اسلام کا موقف

اسلامی معاشی نظام میں کرنسی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ زر، سونے کا معیار، سونے کے معیار کے فوائد، کاغذی کرنسی، کرنسی کا اجرا اور شرحِ مبادلہ، یہ سب ریاست کی معیشت سے متعلق بنیادی اصول اور مسائل ہیں۔ یہ تصور کہ کرنسی محض کاغذ نہیں کہ جس پر ریاست کوئی نام اور قانونی قدر درج کر دے، بلکہ اسے لازماً سونے اور چاندی کی مالیاتی بنیاد سے منسلک ہونا چاہیے، مالیاتی پالیسی کے ان بنیادی شرعی احکام میں سے ہے اور بہت سے معاشی مسائل کا ایک بنیادی حل پیش کرتا ہے۔

چنانچہ اسلام نے سونے اور چاندی کو کرنسی کی بنیاد قرار دیا، جبکہ تبادلے کے دوسرے ذرائع کے استعمال کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی کہ وہ سونے یا چاندی کی ایک معلوم مقدار کی نمائندگی کرتے ہوں، نہ کہ ایسی قانونی کرنسی ہوں جو کسی مقررہ مادی بنیاد سے جدا ہو۔ جہاں تک عصر حاضر کی قانونی کاغذی کرنسیوں کا تعلق ہے، ان کی قدر انہیں جاری کرنے والے ادارے

اور مالیاتی نظام پر اعتماد پر منحصر ہوتی ہے، جو کہ مالیاتی عدم استحکام کی وجوہات میں سے ایک ہے۔

مثال کے طور پر، یوکرین کی جنگ کے بعد پیدا ہونے والے افراطِ زر کی گہری وجہ اس مالیاتی نظام میں تلاش کی جا سکتی ہے جو اپنی حقیقی قدر یا اشیا و خدمات کی کسی مقررہ بنیاد پر قائم نہیں، اس کے ساتھ عالمی سطح پر کرنسیوں کے آزادانہ بہاؤ اور زر کے اجرا میں توسیع کا امکان بھی موجود ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے مسئلہ اس وقت شروع نہیں ہوتا جب قیمتوں کا اعشاریہ بڑھ جاتا ہے، بلکہ مسئلہ تو اس سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مسئلے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب کرنسی کا اجرا ریاست اور بینکاری نظام کے ہاتھوں میں ایک لچک دار ذریعہ بن جاتا ہے اور زر کی رسد کو کسی سخت مادی پابندی کے بغیر بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس مرحلے پر زر کی مقدار اور حقیقی معیشت کے درمیان فاصلہ پیدا ہو سکتا ہے، جس کے نتیجے میں کرنسی کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ تصور میں سود اور قرض، اور اس حوالے سے اسلام کا نقطۂ نظر

موجودہ مالیاتی پالیسی کا انحصار بڑی حد تک شرحِ سود پر ہے۔ سود قرض لینے کی لاگت کو کنٹرول کرنے کا ایک ذریعہ ہے، جس کے ذریعے طلب اور سرمایہ کاری پر اثر انداز ہوا جاتا ہے۔ افراطِ زر کے زمانے میں شرحِ سود بڑھانا سب سے زیادہ استعمال کیے جانے والے اقدامات میں سے ایک ہے۔ جون 2026ء میں یورپی مرکزی بینک نے شرحِ سود میں 25 بنیادی پوائنٹس کا اضافہ کیا۔ اور بینک نے اس اقدام کا جواز توانائی اور جنگ سے متعلق افراطِ زر کے پریشر کو قرار دیا، جبکہ درمیانی مدت میں افراطِ زر کو 2 فیصد پر مستحکم کرنے کے اپنے ہدف کی بھی توثیق کی۔

تاہم، اسلام سود کو ایک بالکل مختلف شرعی اور معاشی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ سود (ربا) اسلام میں حرام ہے، لہٰذا اسلامی مالیاتی پالیسی کسی بھی صورت میں سودی شرحِ سود پر قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلامی معاشی تصور میں مالی معاملات کو کرنسی کے تبادلے، سونے اور چاندی سے متعلق احکام کی بنیاد پر ہونا چاہیے، جبکہ قرضوں اور مالی لین دین میں سود ممنوع ہے۔

اور یہی وہ نکتہ ہے جہاں بنیادی فرق سامنے آتا ہے: سرمایہ دارانہ نظام معاشی چکر کو منظم کرنے کے لئے سود کو ایک ذریعہ بناتا ہے، جبکہ اسلامی نظام سود کو جڑ سے ہی ختم کر دیتا ہے اور معاشی سرگرمیوں کو ملکیت، کرنسی، اخراجات، پیداوار اور تجارت کے ضوابط کے ذریعے منظم کرتا ہے، نہ کہ سودی شرحِ سود کے ذریعے۔

مالیاتی پالیسی: محض افراطِ زر کا انتظام کرنا یا مکمل معاشی نظام کو منظم کرنا

اختلاف کے اہم ترین نکات میں سے ایک یہ ہے کہ خود اس مسئلے کی بنیادی تعریف بیان کی جائے۔ سرمایہ دارانہ مرکزی بینک اپنے بنیادی کام کو قیمتوں کا استحکام حاصل کرنا سمجھتا ہے، چنانچہ وہ ایک عددی ہدف مقرر کرتا ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے اپنے ذرائع میں ردوبدل کرتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلام افراطِ زر کے علاج کو محض قیمتوں کے اعشاریے کو ہدف بنانے تک محدود نہیں رکھتا، کیونکہ قیمتوں میں اضافہ معاشی نظام کی ساخت میں موجود گہری خرابیوں کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔

اور یہی وہ مقام ہے جہاں ''ظاہری علامت کا انتظام کرنے'' اور ''سبب کو جڑ سے ختم کرنے'' کے درمیان فرق سامنے آتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ شاید مرکزی بینک شرحِ سود بڑھا کر افراطِ زر کو کم کر سکے، لیکن اس کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ اس اقدام نے مالیاتی نظام کی کمزوری، قرضوں، قیاس آرائی یا بین الاقوامی عدم توازن کی وجوہات ختم کر دی ہیں۔ اسی طرح، سپلائی میں اچانک خلل آنے کے دھچکے کو صرف مالیاتی پالیسی کے ذریعے سے کیا جانے والا علاج عین ممکن ہے کہ محدود نوعیت کے لئے ہو۔

اسلام افراطِ زر کو محض مالیاتی مسئلہ کیوں نہیں سمجھتا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام معیشت کو محض مالیاتی اعداد و شمار کے نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتا، بلکہ اس ''معاشی پالیسی'' کے زاویے سے دیکھتا ہے جو ملکیت، پیداوار اور تقسیم کے حوالے سے ریاست کے کردار کی وضاحت کرتی ہے۔ بنیادی معاشی مسئلہ اشیا اور خدمات کی قلت نہیں، بلکہ دولت کی تقسیم اور لوگوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل بنانا ہے۔

یوں اس طرح سے افراطِ زر کو دیکھنے کا زاویہ ہی بدل جاتا ہے۔ اگر قیمتیں بڑھ جائیں اور آمدنی مقرر رہے تو اس کا نقصان تمام لوگوں کو یکساں طور پر نہیں پہنچتا۔ زیادہ مال و دولت رکھنے والا شخص قیمتوں میں اضافے کو برداشت کر سکتا ہے، جبکہ مزدور اور محدود آمدنی والا شخص زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ معاشی بحران کے حل میں دولت کی تقسیم کے انصاف کو بھی شامل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اسی لئے اسلامی معاشی نظام ملکیت کی تین اقسام—نجی ملکیت، عوامی ملکیت اور ریاستی ملکیت—کو معاشرے میں معاشی توازن کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اسلام لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کو ریاست کی معاشی نگہداشت کے بنیادی مقاصد میں شامل کرتا ہے۔

لہٰذا، حل صرف کرنسی کی قدر بحال کرنے تک محدود نہیں، بلکہ اس میں عوامی وسائل کی ملکیت کو منظم کرنا، اجارہ داری کو روکنا، زکوٰۃ اور عوامی اخراجات کے احکام نافذ کرنا اور دولت کو اس انداز میں منظم کرنا بھی شامل ہے جس سے بنیادی ضروریات پوری ہوں۔

سونا اور چاندی: شریعت کی طرف سے مقرر کردہ مالیاتی حل

اسلام کے تصورات میں سونا اور چاندی بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اصل کرنسی سونا اور چاندی ہونے چاہییں، جبکہ کاغذی کرنسی ان کے متبادل کے طور پر موجود ہو سکتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سونے کے دینار اور چاندی کے درہم اسلام سے پہلے رومیوں اور فارسیوں کے ہاں موجود تھے، اور اسلام نے انہیں نئے سرے سے ایجاد نہیں کیا۔ اس کے بجائے، رسول اللہ ﷺ نے معاملات میں ان کے استعمال کو برقرار رکھا اور اس کی منظوری دی۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں دینار اور درہم کا استعمال جاری رہا، یہاں تک کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں آزادانہ طور پر اسلامی سکے ڈھالے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کو صرف و تبادلے، ربا اور زکوٰۃ کے احکام کا موضوع بنایا، اور انہیں قیمتوں، یعنی مالیاتی معیار کی حیثیت دی۔ اس لیے اسلامی مالیاتی نظام میں یہ محض دو عام شے(دھات) نہیں ہیں۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الذهب بالذهب، والفضة بالفضة... مثلًا بمثل، سواء بسواء، يدًا بيد»

’’سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی... برابر برابر، یکساں، اور دست بدست (ہاتھ کے ہاتھ)‘‘۔

سونے پر مبنی مالیاتی نظام مالیاتی استحکام کی زیادہ سطح حاصل کرتا ہے اور حکومتوں اور مرکزی بینکوں کی اس صلاحیت کو محدود کرتا ہے کہ وہ کسی مادی پابندی کے بغیر کرنسی جاری کریں۔ اس کے علاوہ مالیاتی بنیاد کا استحکام شرحِ مبادلہ اور بیرونی تجارت کو مستحکم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

اور یہ محض افراطِ زر کے علاج کی کوئی تکنیکی تجویز نہیں، بلکہ ایک جامع سیاسی و تشریعی نظام کا حصہ ہے۔ زر کی نوعیت بدلنے کا مطلب ریاست کے مالی اعانت کے ساتھ تعلق، بینکوں کے قرض دینے کے طریقۂ کار، بین الاقوامی تجارت کے کرنسیوں کے ساتھ تعلق، اور زر کی توسیع کی ریاستی صلاحیت کی حدود کو تبدیل کرنا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر صرف اس بات پر انحصار نہیں کرتا کہ ’’مرکزی بینک زر کی رسد کم کر دے‘‘، بلکہ وہ ایک بالکل مختلف مالیاتی نظام کی طرف منتقلی کا حکم دیتا ہے۔

کیا سونا افراطِ زر کو مکمل طور پر روک دیتا ہے؟

سونے کا معیار اس بنیادی قسم کے افراطِ زر کو روکتا ہے جو کرنسی کے بے قابو اجرا کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ تاہم، جدید معیشت یہ ظاہر کرتی ہے کہ دیگر وجوہات سے بھی قیمتیں بڑھ سکتی ہیں، مثلاً جنگیں، قدرتی آفات، پیداوار کی قلت، نقل و حمل اور توانائی کے اخراجات میں تبدیلی، ٹیکس اور منڈیوں میں عدم توازن۔ اس لئے اس مسئلے کو حد سے زیادہ سادہ انداز میں پیش کرنا درست نہیں کہ ’’سونا قیمتوں میں ہر قسم کے اضافے کو روک دیتا ہے‘‘۔

زیادہ درست بات یہ ہے کہ کرنسی کی بنیاد سونے کو بنانے سے زر کے اجرا پر ایک پابندی عائد ہو جاتی ہے اور مالیاتی اختیار رکھنے والے ادارے کی یہ صلاحیت محدود ہو جاتی ہے کہ وہ کسی مادی اثاثے سے ہٹ کر آزادانہ طور پر زر کی رسد بڑھا دے۔

سونے کا یہ معیار قانونی کاغذی کرنسیوں کے نظام سے بالکل مختلف ہے، جہاں مالیاتی حکام نقدی کی دستیابی کو زیادہ لچک دار طریقوں سے منظم کر دیتے ہیں۔ یہ لچک ایک طرف بحرانوں سے نمٹنے کی قوت کا ذریعہ ہے، تو دوسری طرف اس کے غلط استعمال کی صورت میں خطرے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام : مالیاتی لچک اور قرضوں کے مسائل کے درمیان

سرمایہ دارانہ نظام کے حامیوں کے نزدیک اس کے مالیاتی نظام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بحرانوں کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب شدید معاشی کساد بازاری پیدا ہوتی ہے تو مرکزی بینک شرحِ سود کم کر سکتا ہے، نقدی فراہم کر سکتا ہے اور اثاثے خرید سکتا ہے، جبکہ حکومت پبلک پر خرچ بڑھا سکتی ہے۔ جدید معیشتوں نے متعدد بحرانوں کے دوران ان ذرائع کو استعمال کیا ہے۔

لیکن اس سرمایہ دارانہ نظام کا دوسرا پوشیدہ پہلو قرضوں کا جمع ہوتے چلے جانا ہے۔ سستا قرض بڑے پیمانے پر قرضوں میں اضافہ کو بڑھا سکتا ہے، جس سے اثاثوں، جائیدادوں اور حصص کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے۔ پھر مسائل اس وقت سامنے آتے ہیں جب شرحِ سود بڑھائی جاتی ہے یا نقدی کی دستیابی کم ہو جاتی ہے۔ سودی سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام بار بار بحران پیدا کرتا ہے، اور اسی نظام کے ذرائع سے بحران کا علاج مسئلے کو جڑ سے ختم کرنے کے بجائے مؤخر کر دیتا ہے۔

تاہم، اسلام کے شرعی احکام کے مطابق سود کی ممانعت کوئی الگ تھلگ حکم نہیں جو معاشی نظام سے کٹا ہوا ہو، بلکہ یہ ایک جامع نظام کا حصہ ہے جو مالی استحصال کی بعض صورتوں کو روکتا ہے اور معاشی سرگرمیوں کو حقیقی معیشت کی طرف منتقل کرتا ہے۔

دونوں نقطۂ نظر کا براہِ راست تقابل

ان دونوں نقطۂ نظر میں موجود فرق کو پانچ بنیادی پہلوؤں میں سمیٹا جا سکتا ہے:

1- **مسئلے کی تعریف**: سرمایہ داریت کا غالب نظریہ افراطِ زر کو قیمتوں میں عمومی اور مسلسل اضافے کے طور پر دیکھتا ہے، جس کے لئے توقعات اور اس کے مالیاتی، طلب اور سپلائی سے متعلق اسباب کو قابو کرنا ضروری ہے۔ اس کے برعکس، اسلام افراطِ زر کو زیادہ حد تک کاغذی مالیاتی نظام کی نوعیت اور سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے عدم توازن سے منسوب کرتا ہے۔

2- **علاج کا ذریعہ**: سرمایہ دارانہ نظام شرحِ سود، نقدی کے انتظام، مارکیٹوں سے رابطے، مالیاتی پالیسی اور رسد سے متعلق پالیسیوں پر انحصار کرتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی نقطۂ نظر سود کو حرام قرار دیتا ہے اور سونے اور چاندی پر مبنی مالیاتی نظام کے ساتھ ملکیت، اخراجات اور تجارت کے ضوابط پر انحصار کرتا ہے۔
3- **کرنسی کا اجرا**: سرمایہ دارانہ نظام میں مالیاتی حکام کو زر اور قرضوں کی رسد منظم کرنے کی وسیع گنجائش حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی نظام میں کرنسی کا اجرا سونے اور چاندی کی پابندیوں کے تحت ہوتا ہے، جس سے ایسے مالیاتی پھیلاؤ کی گنجائش محدود ہو جاتی ہے جس کے ساتھ کوئی مادی اثاثہ منسلک نہ ہو۔
4- **ریاست کا کردار**: سرمایہ دارانہ نظام میں ریاست کا کردار معاشی مکتبِ فکر اور متعلقہ ریاست کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، لیکن مرکزی بینک بنیادی طور پر مالیاتی استحکام پر توجہ دیتا ہے، جبکہ وسیع شعبے مارکیٹوں کے حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ اسلامی نظام میں ریاست ایک نگہبان اور راعی ہے؛ وہ عوامی ملکیت کے اثاثوں کا انتظام کرتی ہے اور شرعی احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے بنیادی ضروریات کی تکمیل یقینی بناتی ہے۔
5- **حتمی حل:** سرمایہ دارانہ نظام عموماً موجودہ نظام کے اندر رہتے ہوئے مالیاتی اور حکومتی بجٹ کی پالیسیوں میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی شریعت کے مطابق جزوی اصلاح کافی نہیں، بلکہ حل کے لئے نظامِ حکمرانی کی مکمل تبدیلی اور اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ضروری ہے۔

سیاسی نقطۂ نظر سے افراطِ زر اور زندگی کے بڑھتے ہوئے اخراجات

افراطِ زر کو بین الاقوامی سیاست سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ کرنسی محض اندرونِ ملک ادائیگی کا ذریعہ نہیں، بلکہ بین الاقوامی طاقت کے ڈھانچے کا حصہ بھی ہے۔ اگرچہ کرنسی سونے کے معیار سے کاغذی کرنسیوں کی طرف منتقل ہو چکی ہے، لیکن اس کی قدر بڑی طاقتوں کے اثر و رسوخ سے وابستہ ہو گئی ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی نظام پر امریکی ڈالر کی موجودہ بالادستی اس حقیقت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

اس کے برعکس، سرمایہ دارانہ معیشتیں سمجھتی ہیں کہ لچک دار کاغذی کرنسیاں بیرونی جھٹکوں کو جذب کرنے، بین الاقوامی تجارت کو آسان بنانے اور بحرانوں کا انتظام کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ تاہم، کسی ایک بین الاقوامی کرنسی کی بالادستی اسے جاری کرنے والی ریاست کو نمایاں سیاسی اور مالیاتی فوائد دیتی ہے اور عالمی توانائی کی قیمتوں، تجارت اور مالیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔

چنانچہ افراطِ زر کا مسئلہ خودمختاری کا مسئلہ بھی بن جاتا ہے: کرنسی جاری کرنے کا اختیار کس کے پاس ہے؟ شرحِ سود کون مقرر کرتا ہے؟ کرنسی کی قدر گھٹنے کے اثرات کون برداشت کرتا ہے؟ اور عالمی مالیاتی نظام سے فائدہ کون اٹھاتا ہے؟

سرمایہ دارانہ طریقۂ کار پر اس کی اپنی حقیقت کے اندر سے تنقید

یہ کہنا درست نہیں کہ سرمایہ دارانہ مالیاتی پالیسی ''بالکل کام نہیں کرتی''۔ شرحِ سود بڑھانے سے طلب اور افراطِ زر کم ہو سکتے ہیں، اور مرکزی بینک مختلف ادوار میں افراطِ زر کو اپنے مقررہ اہداف کے قریب لانے میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ اس کے علاوہ افراطِ زر کو ہدف بنانے سے توقعات کے لئے ایک واضح فریم ورک فراہم ہوتا ہے۔

تاہم، مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب افراطِ زر کی وجوہات مالیاتی پالیسی کے دائرۂ اختیار سے باہر ہوں۔ اگر جنگ یا سپلائی کی قلت کے باعث انرجی کی قیمتیں بڑھ جائیں تو شرحِ سود میں اضافہ کر دینا توانائی کی مقدار کو نہیں بڑھاتا۔ اگر سپلائی چینز میں تعطل آ جائے تو شرحِ سود میں تبدیلی کر دینے سے غائب اشیا پیدا نہیں ہو جاتیں۔ اسی لئے مرکزی بینک خود بھی سپلائی کے اچانک جھٹکوں کو تسلیم کرتے ہیں اور مالیاتی پالیسی کو احتیاط سے استعمال کرتے ہیں، تاکہ عارضی جھٹکا مستقل افراطِ زر میں تبدیل نہ ہو جائے۔

اس کے علاوہ، بلند شرحِ سود کی ایک سماجی قیمت بھی ہوتی ہے: قرضوں کی اقساط میں اضافہ، سرمایہ کاری میں کمی، ایک کمزور رئیل اسٹیٹ مارکیٹ ، اور قرضوں کی ادائیگی کے بوجھ میں اضافہ۔

افراطِ زر کے بحران کا اسلامی حل

اسلامی نظام کا پیش کردہ حل اپنے اندر مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایک مربوط نظام ہے: سونے اور چاندی پر مبنی کرنسی، سود کی ممانعت، ملکیت کے احکام کا منظم کرنا، عوامی ملکیت کا تحفظ، عوامی ملکیت کے اثاثوں کا ریاستی انتظام، اور معاشی انصاف کا قیام۔ اور یقیناً کوئی یہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ موجودہ کاغذی کرنسیوں کے نظام سے سونے پر مبنی نظام کی طرف منتقلی کیسے ممکن ہو گی؟ اور سود کے بغیر طویل مدتی سرمایہ کاری کے لئے مالی اعانت کیسے فراہم کی جائے گی؟

تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ لازمی کاغذی مالیاتی نظام سے سونے اور چاندی کے نظام کی طرف منتقلی محض موجودہ بینک نوٹوں کی جگہ سونے کے سکے لے آنے کا نام نہیں۔ بلکہ یہ مالیاتی نظام کو سونے اور چاندی کی بنیاد پر ازسرِنو تعمیر کرنے، کرنسی کے اجراء کو قیمتی دھات سے منسلک کرنے، اور اسلامی ریاست کے قیام کے وقت موجودہ کرنسی کے حاملین کے حقوق محفوظ رکھنے کے لئے ایک طریقۂ کار اختیار کرنے سے حاصل ہو گی۔

ریاست سونے کی مطلوبہ مقدار کو جدید مالیاتی نظام میں زر کی تمام اقسام کی رسد کے مقابل محض ایک ذخیرے کے طور پر نہیں دیکھتی، بلکہ اسے کرنسی جاری کرنے کی بنیادی اساس اور بے قابو مالیاتی توسیع کو روکنے کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر سونے اور چاندی کی طرف واپسی غالب کرنسیوں، خصوصاً ڈالر، پر انحصار ختم کرنے اور زیادہ مستحکم شرحِ مبادلہ قائم کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ جہاں تک سرمایہ کاری کا تعلق ہے، ریاست یہ نہیں سمجھتی کہ قرضوں پر سود عائد نہ کرنے سے ترقی رک جاتی ہے۔ اس کے بجائے، وہ سودی مالی اعانت کی جگہ سرمایہ کاری، تجارت، شراکت داری اور مضاربہ (سرمایہ دار اور محنت کش کی شراکت) اور اجارہ (لیز یا کرایہ داری) جیسی صورتیں اختیار کرتی ہے، جن میں منافع حقیقی معاشی سرگرمی سے وابستہ ہوتا ہے۔

اور بحران کے اوقات میں ریاست نقدی فراہم کرنے کے لئے کسی دھات سے غیرمنسلک شدہ کرنسی جاری کرنے پر انحصار نہیں کرتی، بلکہ ریاستی وسائل، بیت المال، سونے اور چاندی اور شرعی طور پر جائز مالی اعانت سے کام لیتی ہے۔ اس طرح نقدی کی قلت کے بحران کا علاج ایک زیادہ شدید افراطِ زر کے بحران میں تبدیل ہونے سے روکا جاتا ہے۔

موجودہ سرمایہ دارنہ نظام کے پاس افراطِ زر کے انتظام کے لئے جدید ذرائع موجود ہیں: شرحِ سود، نقدی کا انتظام، افراطِ زر کو ہدف بنانا، مالیاتی پالیسی اور رسد سے متعلق پالیسیاں۔ یہ ذرائع طلب، توقعات اور قیمتوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ثابت کر چکے ہیں، لیکن وہ ہمیشہ رسد کے اچانک جھٹکوں، توانائی، جنگوں اور ساختی عدم توازن کو قابو نہیں کر سکتے۔

اس کے علاوہ، سرمایہ دارانہ نظام کے اندر رہتے ہوئے افراطِ زر کا علاج کرنا اس کی جڑوں کو ختم نہیں کرتا، کیونکہ خود مالیاتی نظام قانونی کاغذی کرنسیوں، سود، قرض اور مالیاتی توسیع پر قائم ہے۔

اس کے برعکس، اسلام کا معاشی نظام ایک جامع فریم ورک پیش کرتا ہے جس میں سونے اور چاندی پر مبنی مالیاتی نظام، سود کا خاتمہ، عوامی اور نجی ملکیت کے ضوابط، اور ریاست کو بنیادی ضروریات کی ضمانت دینے اور معاشی توازن قائم کرنے کی سمت متوجہ کرنا شامل ہے۔

اسلام افراطِ زر کو محض مرکزی بینک کا تکنیکی مسئلہ نہیں سمجھتا، بلکہ اسے خودمختاری، نظام اور ریاست سے متعلق مسئلہ قرار دیتا ہے۔ اس تصور میں کرنسی محض تبادلے کا ذریعہ نہیں، بلکہ ریاست کی معاشی اور سیاسی طاقت کے ڈھانچے کا ایک حصہ ہے۔

لہٰذا، حقیقی علاج کا آغاز اس مالیاتی اور معاشی بنیاد کو تبدیل کرنے سے ہو گا جو عدم توازن اور عدم استحکام پیدا کر رہی ہے، اور اس کی جگہ ایک جامع اسلامی معاشی نظام قائم کیا جائے گا۔